فضیلۃ الاستاذ سیدی عبداللہ کنون (مراکش)

فلسفی ابن رشد بحیثیت ایک فقیہہ

[اسپین کی "مؤتمر الدراسات العربیہ الاسلامیہ" کا اکتوبر ۱۹۶۷ء میں اسپین کے تاریخی شہر قرطبہ میں ایک اجلاس منعقد ہوا تھا۔ یہ مؤتمر خاص طور سے اُن عربی و اسلامی مباحث سے دلچسپی رکھتی ہے جن کا تعلق اندلس اور مغرب (مراکش) کے فکری، ادبی اور فنی ورثے سے ہے۔ اس مؤتمر کے دوران قرطبہ کے ایک میدان میں اس کے عظیم عالم اور عدیم المثال فلسفی ابن رشد کے مجسمہ کی نقاب کشائی کی گئی۔ اس موقع پر قرطبہ کے میئر نے ابن رشد کی علمی عظمت اور قرون وسطیٰ کے یورپ کے اطراف واکناف میں جس طرح ان کا اثر ونفوذ پھیلا تھا، اس کا ذکر کیا۔ اور اس نابغۂ روزگار شخصیت کو خراج تحسین ادا کیا۔

مؤتمر میں اسپین کے مستشرقین اور عربی ممالک کے بہت سے اہل علم نے شرکت کی۔ مقالہ "ابن رشد الفقیہہ" فضیلۃ الاستاذ العلامہ سیدی عبد اللہ کنون نے اس مؤتمر میں پڑھا۔ یہاں اس کا اردو ترجمہ دیا جا رہا ہے ــــ مدیر]

ابن رشد کو بحیثیت ایک فلسفی کے تمام دنیا جانتی ہے، اور اس بارے میں بہت کچھ لکھا بھی گیا ہے۔ خاص طور سے یورپ کی نشأۃ ثانیہ سے قبل وہاں کی علمی وفکری زندگی پر ابن رشد کے فلسفیانہ افکار نے جو اثر ڈالا، اس کا اعتراف سب نے کیا ہے، لیکن یہ کہ ابن رشد بہت بڑے فقیہہ بھی تھے۔ اور فقہ میں ان کی آراء اور بعض کتابیں، فقہی دنیا میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتی ہیں، تاریخ میں اس کا کم ہی ذکر ملے گا۔ اس طرح گویا فقیہہ ابن رشد کی شخصیت کو فلسفی ابن رشد کی شخصیت نے پردۂ گمنامی میں رکھا۔ اور ایک لحاظ سے فقیہہ ابن رشد تقریباً بھلا دیا گیا۔ چنانچہ اہل علم نے ان کی اس حیثیت کو کبھی اپنی بحث و تحقیق کا موضوع نہیں بنایا۔ اس ضمن میں اگر کبھی فقیہہ ابن رشد کا ذکر ہوتا ہے تو اس سے اکثر فلسفی ابن رشد کے دادا ابن رشد مراد لیے جاتے ہیں نہ کہ ان کے پوتے ابن رشد۔

اس میں شک نہیں کہ فلسفی ابن رشد کے دادا ابن رشد مالکی فقہ کے ائمہ میں سے ایک امام تھے۔ فتاویٰ اور عدالتی فیصلوں میں ان کے اقوال کا حوالہ دیا جاتا اور ان کی ذات پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ ان کی دو کتابیں

"البیان والتحصیل" اور "المقدمات" مالکی فقہ کی عظیم ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہیں، اور علمائے مالکیہ کے ہاں بڑی مشہور ہیں۔ الشیخ خلیل الجندی کتاب "المختصر المبین" کے مصنف نے، جو خود فقہ مالکی میں صاحب الفتویٰ ہیں، فلسفی ابن رشد کے دادا کو ان چار بڑے فقہا میں شمار کیا ہے، جن کی آرا پر مالکی فقہی مذہب میں اعتماد کیا جاتا ہے۔ ابن رشد موصوف کے علاوہ باقی تین اصحاب یہ ہیں: اللخمی، ابن یونس، المازری[۱]۔ غرض فلسفی ابن رشد کے دادا ابن رشد کا فقہ میں اپنا ایک مکتب ہے، اور فقہ مالکی کے متبعین کے ہاں اب تک وہ ایک معتمد علیہ مرجع مانے جاتے ہیں۔ اس لیے جب فقیہہ ابن رشد کا نام آئے، اور اس سے مراد فلسفی ابن رشد کے بجائے ان کے دادا لیے جائیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ فلسفی ابن رشد کے دادا واقعی ایک مشہور فقیہہ تھے۔ اور جب فقیہہ ابن رشد کہا جائے گا تو لازماً خیال فلسفی ابن رشد کے دادا ہی کی طرف جائے گا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ فلسفی ابن رشد بھی ائمہ فقہ اور مالکی مذہب کے اکابر میں سے تھے، اور وہ احکام شرعی اور معارف اسلامی پر عبور رکھنے میں اپنے دادا سے کسی طرح کم نہ تھے۔ چنانچہ ان کے ذکر میں کہا گیا ہے اُن میں اپنے دادا کی یہ خصوصیت بھی تھی کہ لوگ فتویٰ میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور یہ کہ ان کا رجحان روایت کے بجائے درایت کی طرف زیادہ تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ اپنے دادا کی طرح اندلس کے شہر قرطبہ کے قاضی بھی مقرر ہوئے۔ اور یہ اس زمانے میں ایک بلند مرتبہ منصب تھا، کیونکہ قاضیٔ قرطبہ کے ذمے تمام اندلس کے قاضیوں کی نگرانی بھی ہوتی تھی، بلکہ اسے قاضیوں کو مقرر کرنے کا حق بھی ہوتا تھا۔ بہرحال اس منصب کے بارے میں ان میں اور ان کے دادا میں کوئی زیادہ فرق نہیں تھا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ جہاں ان کے دادا ہمہ تن فقہی درس و تدریس اور احکام شرعی میں غور و خوض کرنے میں مشغول رہتے تھے، جس کی وجہ سے کہ وہ مفید علمی ورثہ چھوڑ گئے، جس پر فقہ مالکی کو بجا طور پر ناز ہے، وہاں ان کے پوتے ان فقہی و شرعی علوم کے ساتھ علوم عقلیہ و طبیہ کو بھی شریک کرتے تھے۔ اور ان سب علوم سے ان کو دلچسپی تھی۔ بلکہ آخر الذکر علوم پر ان کی تصنیفات کی تعداد زیادہ بھی ہے اور وہ زیادہ نتیجہ خیز بھی ہیں۔ اگرچہ ان کی فقہی تصنیفات بھی نوعیت و تعداد

---

[۱] المختصر المبین۔ مقدمہ۔ ص ۱

میں کچھ کم نہیں۔

ابن الآبار، ابن رشد کے سوانح حیات بیان کرتے ہوئے ان کے طلب علم کے طریقہ و مناہج اور ان کے خصوصی موضوعات کے بارے میں لکھتے ہیں: "ابن رشد نے فقہ، اصول فقہ اور علم الکلام پڑھا، اور قدما[۵۲] کے علوم کی طرف انھوں نے خاص توجہ کی۔ اور اس میں وہ اپنے تمام معاصرین سے آگے بڑھ گئے۔ چنانچہ جس طرح طب میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا، اسی طرح فتووں کے لیے بھی لوگ ان کے پاس آتے تھے۔ اس کے علاوہ انھیں ادب میں بھی بہرہ وافر ملا تھا۔[۵۳]

اس کے باوجود کہ ابن رشد کو علوم شرعیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ و طبیہ میں بھی پورا درک حاصل تھا، اور وہ علوم کونیات میں اپنے تمام ہم عصروں سے فوقیت لے گئے تھے لوگ ان کی فقہ اور اہم امور میں ان سے فتوے لینے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے تھے، اور ظاہر ہے یہ اس لیے تھا کہ وہ جانتے تھے کہ احکام شرعیہ کی معرفت میں ان کا پایہ بلند ہے، اور مسائل میں وہ صحیح نظر رکھتے ہیں۔

ابن رشد پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ یا تو ان کی حکمت و فلسفہ کے بارے میں ہے کہ یورپ کی قرون وسطی کی عقلی زندگی پر اس کا کیا اثر پڑا، یا طب میں وہ کیا علمی ورثہ چھوڑ گئے ہیں، جیسا کہ ان کی طبی تصنیف "الکلیات" ہے۔ فقہ میں ان کے علمی ورثے پر نہ تو لکھا گیا ہے اور نہ اس کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم یہاں اس پر نظر ڈالیں، خواہ سرسری ہی سہی، کہ اس عظیم فلسفی اور ماہر طبیب نے فقہ و تشریع کے میدان میں کیا کارنامے انجام دیے ہیں۔

اس موضوع پر بحث کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم یہ جانیں کہ ابن رشد کے عہد میں، خاص کر موحدین کی سلطنت کے قیام کے بعد، مغرب (مراکش) اور اندلس میں کیا فقہی فضا تھی۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس سلطنت کے ارباب اقتدار اور بالخصوص اس کے دو خلفا یوسف بن عبد المومن اور اس کے بیٹے یعقوب منصور کے ساتھ ابن رشد کے گہرے روابط تھے۔ موحدین سے پہلے مغرب اور اندلس میں مرابطین برسر اقتدار تھے، جن کے دور حکومت میں فقہا کا بڑا اثر و رسوخ تھا اور ان کی بڑی قدر و منزلت

---

۵۲ علوم الاوائل یعنی قدما کے علوم، ان سے مراد یونانی علوم فلسفہ ہیں (مترجم)

۵۳ التکملۃ لابن الآبار ج ۱، ص ۲۶۹

ہوتی تھی۔ اور یہ بالکل فطری بات تھی کیونکہ مرابطین کو برسر اقتدار لانے میں فقہا کا بڑا ہاتھ تھا اور اس تحریک کے بانی ایک فقیہہ ہی تھے۔ انہی کے درس و تدریس سے اس تحریک کی طرح پڑی اور اسی نے آگے چل کر مرابطین کی جمعیت اور حکومت کو جنم دیا[۵۴]۔ اسی لیے مرابطین کی حکومت میں زمام اقتدار فقہا کے ہاتھ میں تھی، اور وہ بلند مقام پر فائز تھے۔

جب موحدین کے ہاتھ میں اقتدار آیا تو ان کے امیر مہدی بن تومرت کو جو ایک تحریک کے داعی اور ایک مذہبی فرقے کے زعیم تھے، فقہا کی شدید مخالفت سے دو چار ہونا پڑا۔ اس کے نتیجے میں موحدین کو لازماً دوسری سیاست اختیار کرنی پڑی۔ انھوں نے ان لوگوں کو جو ان کی دعوت قبول کرتے تھے آگے کیا اور فقہا کو ذمہ داری کے عہدوں سے ہٹا دیا۔ چنانچہ ہوا یہ کہ ان کے ہاں فقہ، خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ، بے وقر قرار پائی۔ اور فقہ اور فقہا کی مخالفت کی جانے لگی۔ اور جو لوگ اس عہد کی تاریخ جانتے ہیں، انھیں فقہ مالکی کی کتابیں جلائے جانے کا واقعہ معلوم ہی ہے[۵۵]۔

موحدین نے اشعری عقائد کی دعوت دی اور انھیں عام کرنے کی کوشش کی۔ ان سے پہلے مغرب میں اور سلطنت مرابطین میں عقیدہ سلف مقبول تھا، اس پر انھوں نے تنقید کی۔ موحدین ایسے لوگوں کو جو عقیدۂ سلف پر عامل تھے مجسمین (اللہ تعالیٰ کی صفات کو مجسم ماننے والے) کہتے تھے، اور ان کے مقابلے میں اپنے آپ کو موحدین کا نام دیتے تھے۔ وہ اجتہاد پر عمل پیرا ہونے، نیز کتاب و سنت کے اصول احکام میں غور و خوض کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ موحدین فقہا کی، ان کی تقلید اور فقہ مالکی پر سختی سے جمے رہنے کی بنا پر، مذمت کرتے تھے۔ اسی وجہ سے فقہ کی کتابوں کو جلانے کا واقعہ پیش آیا، جس کی طرف ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔

یہاں ہم اس امر کی صراحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ موحدین کا مقصد فقہ مالکی کی جگہ مذہب ظاہری[۵۶] کو رائج کرنے کا نہ تھا۔ اور نہ وہ فی الواقع مذہب ظاہری کے حق میں تھے، جیسا کہ بعض مورخین نے غلطی

[۵۴] ملاحظہ ہو المعارف نومبر ۶۹ء میں مضمون "عبداللہ بن یاسین" سرزمین افریقہ میں تجدید اسلام کرنے والے ایک مجاہد۔ (مترجم)

[۵۵] المعجب، للمراکشی، ص ۲۷۸

[۵۶] کتاب و سنت کے ظاہری معنی لینے والا مسلک (مترجم)

یہ کوئی تشریح ہے۔ کہ بات سمجھنے میں بھی نہ آئے =

سے لکھا ہے۔ ہم اپنی کتاب "النبوغ المغربی" میں اس پر بحث کر چکے ہیں۔ دراصل موحدین شرعی علوم میں غور و فکر کرنے کے حامی تھے۔ اور اس میں وہ منطق و برہان سے کام لینا چاہتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے کلام میں مذہب اشعری اختیار کیا۔ افریقیہ میں وہ اجتہاد کو زندہ کرنے کی طرف مائل ہوئے۔

ابن رشد نے اپنے زمانے میں موحدین کے ارباب اقتدار کو اس مسلک پر عامل پایا۔ اور اس کی وجہ سے چونکہ انھیں نظری و عقلی علوم سے بڑی دلچسپی تھی، اس لیے ابن رشد کے ان سے تعلقات قائم ہوگئے اور ابن رشد ان علوم میں امام اور اپنے ہم عصروں میں منفرد تو تھا ہی۔ عبدالواحد مراکشی نے اپنی کتاب "المعجب" میں خلیفہ یوسف بن عبدالمومن سے ابن رشد کی پہلی ملاقات کا ذکر کیا ہے، جس کا اہتمام مشہور فلسفی ابوبکر بن طفیل نے جو خلیفہ مذکور کا وزیر تھا، کیا تھا۔ اس ملاقات میں دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی، وہ ساری کی ساری فلسفیانہ مسائل، اور عالم کی قدامت کے متعلق فلاسفہ کی کیا رائے ہے، ان پر ہوئی۔ اس گفتگو کے بعد ہی خلیفہ نے ابن رشد کو ارسطو کے فلسفہ کی تلخیص اور اس کی کتابوں کے ترجمہ کرنے کے لیے کہا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ موحدین سے ابن رشد کا تعلق بحیثیت ایک فلسفی کے ہوا، اور ان کے نزدیک اس کی رسمی حیثیت ایک فلسفی کی تھی۔ لیکن اس کے علاوہ ابن رشد کی ایک حیثیت فقیہہ کی بھی تھی، جو کہ منصب قضا پر فائز تھا۔ نیز لوگوں کو جو اہم امور پیش آتے تھے، جن کا کہ ان کے منصب قضا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا، وہ ان کے بارے میں بھی فتویٰ دیتے تھے۔ غرض فقہی اعتبار سے ابن رشد اپنے باپ اور دادا کے مسلک کے مالکی فقیہہ تھے، جو کہ عام طور پر اہل مغرب و اندلس کا فقہی مذہب تھا۔ موحدین نے اجتہاد کی جو دعوت دی تھی، جس کا ذکر اوپر ہوا ہے، وہ مالکی فقہ کو شکست نہ دے سکی۔ اور اس دعوت کو اتنا بھی غلبہ حاصل نہ ہو سکا کہ وہ منصب قضا پر ہی اپنے مسلک کے قاضی لا سکے۔ حالانکہ اس سے پہلے اندلس کے اموی خلفا کے عہد میں جب انھوں نے فقہ مالکی کو اپنا سرکاری مذہب فقہ بنایا، یہ فقہ باقی تمام مذاہب فقہ پر غالب آنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ اسی طرح مغرب میں جب ادریسی حکمرانوں نے فقہ مالکی کو اپنایا، تو اس نے باقی تمام مذاہب فقہ کو ختم کر دیا تھا۔ لیکن موحدین کی اجتہاد کو ترویج دینے کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں۔ اور ان کے مسلک کو قبول عام حاصل نہ ہو سکا۔

شاید اس ناکامی کی وجہ موحدین کا جبر کا طریقہ تھا کہ وہ اپنا نقطۂ نظر لوگوں پر زبردستی ٹھونپتے تھے۔ جس نے کہ فقہا اور عام اہل مذہب کو ان کی دعوت سے متنفر کر دیا اور وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اور سختی سے اتباع کرنے لگے۔ کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ اسے جس چیز سے منع کیا جائے، وہ اس کی طرف زیادہ جھکتا ہے۔ موحدین نے فقہ کی کتابیں جلائیں تو اس سے ان کتابوں کی اشاعت کم نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کی وجہ سے ان کی طرف مزید توجہ ہوئی۔ اور لوگ انھیں ہاتھوں ہاتھ لینے لگے۔

موحدین کے ہاں فقہی نزاعات نے جو صورت اختیار کر لی تھی اس کی ایک مثال عبدالواحد مراکشی نے اپنی کتاب "المعجب" میں دی ہے[۵]۔ اشبیلیہ کے فقہا میں سے ایک فقیہہ ابوبکر بن امجد تھے۔ ان کی موحدین کے خلیفہ یوسف بن عبدالمومن سے ایک ملاقات کا ذکر عبدالواحد مراکشی ان الفاظ میں کرتا ہے: "میں جب امیرالمومنین ابو یعقوب کے ہاں داخل ہوا، اور پہلی دفعہ میں ان کے ہاں گیا تھا، تو میں نے ان کے سامنے ابن یونس کی کتاب کھلی دیکھی۔ انھوں نے مجھ سے کہا، اے ابوبکر! میں یہاں ایک ہی مسئلے کے متعلق طرح طرح کی مختلف رائیں دیکھتا ہوں، جو اللہ کے دین میں وضع کر لی گئی ہیں۔ اب تم اس مسئلے کو دیکھو۔ اس کے بارے میں چار، یا پانچ، بلکہ اس سے بھی زیادہ اقوال ہیں۔ ان اقوال میں سے آخر کون سا قول حق ہے، اور ان میں سے کس کو ایک مقلد اختیار کرے۔ میں نے جوں ہی امیرالمومنین کے اشکالات رفع کرنے شروع کیے تو انھوں نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اے ابوبکر! نہیں۔ اس کے لیے صرف یہ ہے، اور انھوں نے قرآن مجید کی طرف اشارہ کیا۔ یا پھر یہ ہے، اور یہ کہہ کر سنن ابوداؤد کی طرف اشارہ کیا، جو اُن کے دائیں طرف پڑی تھی۔ یا پھر تلوار۔"

ہتھیاروں کا شور کان کو اچھی بات سننے سے روکتا ہے۔ موحدین کی اس سختی کا نتیجہ یہ نکلا کہ فقہا بدستور اپنی آرا پر اڑے رہے، خواہ وہ ابوبکر بن امجد جیسے، جن کا ذکر اوپر ہوا ہے، مقرب فقیہہ اور ابن رشد جیسے دربار سے تعلق رکھنے والے صاحب علم ہی تھے۔ بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ خلیفہ یوسف بن عبدالمؤمن نے ابوبکر فقیہہ سے اپنی گفتگو میں جن اشکالات کا ذکر کیا تھا، ابن رشد اپنی نہایت مفید کتاب "بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد" میں ان کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس

---

[۵] ص ۲۰۹

سلسلے میں وہ صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال نقل کرتے تھے، اور اس کے ساتھ کتاب و سنت اور قیاس سے دلائل لاتے ہیں۔ اختلاف کے اسباب، ان کے وجوہ و علل، اور اختلاف کی صورت میں کون سا قول مرجح ہے، اور نصوص میں سے کس نص پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، ان سب امور پر اس طرح بحث کرتے ہیں کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہیں رہتا کہ فلاں فلاں مذہب فقہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔

ابن رشد نے یہ کتاب لکھ کر ثابت کر دیا کہ وہ امام مالک کے فقہی مذہب کے معاملے میں موحدین کے ہم خیال نہیں اور یہ کہ ان کی فقہی شخصیت، مادی منفعتوں سے بالاتر ہے۔ معلوم نہیں ابن رشد کو خلیفہ یوسف بن عبدالمومن کی اس گفتگو کا، جو ابوبکر فقیہہ سے اس کی ہوئی تھی، علم تھا یا نہیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے خلفائے موحدین کے ان سب اعتراضات کا جواب دیا ہے، جو وہ فقہا پر کرتے تھے اور مالکی فقہ میں مین میخ نکالتے تھے۔ ابن رشد نے ان سب امور کی شرح کی۔ جن تک ان خلفا کی نظر نہیں پہنچتی تھی، اور اس طرح ابن رشد نے ائمۂ دین کی علم و معرفت کے ساتھ کامل غیر جانبداری سے مدافعت کی۔

اس میں شک نہیں جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا، فقہ مالکی پر موحدین کا حملہ ناکام رہا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی ضرور کہیں گے کہ باوجود اس امر کے کہ فقہا اس حملے کے مقابلے میں ثابت قدم رہے، لیکن فقہ مالکی موحدین کی اس دعوت سے، جو کتاب و سنت کے اصولوں کی طرف رجوع کرنے اور ان سے احکام شرعی استنباط کرنے پر زور دیتی تھی، متاثر ضرور ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فقہا کا اس سے پہلے جو مسلک تھا، اس سے وہ کچھ ہٹے اور انھوں نے اس معاملے میں ان دو راہوں میں سے، جن میں سے ایک تو اپنے ائمہ پر، جن کی وہ تقلید کرتے تھے، کلی طور سے اعتماد کرنے کی راہ تھی، اور دوسری اجتہاد مطلق کی، بیچ کی راہ اختیار کی۔ اور وہ اپنے ائمہ فقہ کے اقوال کے مآخذ کتاب و سنت میں تلاش کرنے لگے۔ وہ ان اقوال کی توجیہہ کرتے اور ان کی سند لاتے۔ اس سے مقصود خواہ مخالفوں کی تردید نہ بھی ہوتی، پھر بھی وہ اس طرح خود اپنا اطمینان کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ابن رشد نے اپنی کتاب میں فقہ کے مختلف مذاہب کا جو باہم مقابلہ کیا اور اس سلسلے میں ائمہ فقہ کے اقوال کی تخریج کی، تو میرے خیال میں اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ بھی دوسرے فقہا کی طرح موحدین کی اس دعوتِ اجتہاد سے متاثر ہوئے۔ لیکن اس کے علاوہ اس میں ان کی منطق و برہان کی تربیت اور بحث کے

مناظرہ میں ان کی مہارت کا بھی کافی دخل ہے، اور شاید یہی چیز ان کے لیے کسی خاص فقہی مذہب سے تعصب برتنے میں مانع آئی۔ وہ ہر اختلاف پر خالص ریاضیاتی انداز سے بحث کرتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ ایک فقہ کو دوسری فقہ پر ترجیح دیتے ہیں، تو جیسی کہ فقہائے مذاہب کی عام عادت ہے، اس میں تشدد وغلو سے کام نہیں لیتے۔ غالباً وہ مختلف مذاہب فقہ کے اختلافات کا باعث، شریعت میں جو یسر و نرمی اور اس کے قواعد میں جو لچک ہے، اسے سمجھتے تھے۔ اس نقطۂ نظر کی وجہ سے آپ تمام مذاہب فقہ کے بارے میں اطمینان حاصل کر سکتے ہیں، اور اس سے ان کا باہمی اختلاف اس طرح ہو جاتا ہے، جیسے سورج کی شعاعوں سے دھند۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ ابن رشد نے فقہ میں اپنا مالکی ہونا چھوڑ دیا۔ اور ایک مالکی فقیہ سے اپنے مذہب کی فقہ سے دلچسپی رکھنے کی جو توقع ہوتی ہے، اس سے وہ درگزر گئے، ایسا ہرگز نہیں۔ وہ اپنی تصنیف میں سب سے پہلے کسی مسئلے کے متعلق اپنے امام یعنی امام مالک کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر مالکی فقہ کے ان مشہور علما کے اقوال نقل کرتے ہیں، جنھوں نے اس مسئلے میں امام مالک سے اختلاف کیا۔ ابن رشد کسی بھی مسئلے پر بحث کرتے ہوئے یہ نہیں کہتے کہ مالکی فقہ میں اس کے بارے میں جو حکم ہے، میں وہ نہیں جانتا، جیسا کہ وہ بعض دوسرے مذاہب فقہ کے ضمن میں کہہ دیتے ہیں۔ یقیناً یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انھیں اپنے فقہی مذہب کی پوری معرفت تھی۔ ابن رشد فقہ مالکی پر، بعض مسائل میں اس کی "اصول" کی مخالفت کی بنا پر، اعتراض بھی کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ امام مالک تک اس بارے میں نص نہ پہنچی ہوگی یا ان کے نزدیک یہ نص صحیح نہ ہوگی۔

غرض ابن رشد امام مالک کے فقہی مذہب سے نہیں ہٹے۔ وہ اپنی وسعت نظر اور رواداری کے باوجود اس کے برابر پابند رہے۔ اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ انھوں نے مالکی مذہب کے فقہا کے خلاف کوئی رائے دینے کی کوشش نہیں کی اور نہ فقہ مالکی میں اپنا کوئی مکتبِ فکر قائم کیا۔ جیسا کہ ان کے دادا نے قائم کیا تھا۔

یہ قدرتی بات ہے کہ ابن رشد نے کئی مسائل میں دوسرے فقہی مذاہب پر تنقید کی اور ان مذاہب کے اصحاب نے جہاں بھی ابن رشد کے نزدیک ان قواعد کی خلاف ورزی کی ہے، جن پر کہ ان کے فقہی مذاہب کا اعتماد ہے، انھوں نے ان پر حجت قائم کی۔ اس سلسلے میں وہ مذہب ظاہری کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن

اس ضمن میں وہ اس مذہب کے امام، امام داؤد کا نام نہیں لیتے، بلکہ صرف ابن حزم کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ "جمہور" سے ابن رشد یہ تین ائمہ فقہ مراد لیتے ہیں: امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ۔[۵۸] ان کے نزدیک "حدیث ثابت" وہ ہے جس کی تخریج صحیح بخاری اور صحیح مسلم، یا ان میں سے کسی ایک نے کی ہو۔[۵۹] اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ حدیث میں زیادہ تر صحیح مسلم پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور یہ اہل مغرب (مراکش) کا مسلک ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک روایت کے لحاظ سے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر افضلیت حاصل ہے۔

ابن رشد ائمہ اور فقہا کے اقوال و مذاہب کو اختیار کرنے اور انھیں ایک دوسرے پر ترجیح دینے میں اپنی طبی، طبیعی اور فلکی معلومات سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور انھوں نے فقہ کی بنیاد صحیح علمی نقطۂ نظر پر رکھنے کی کوشش کی۔

اس سلسلے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ ابن رشد نے مہینے کے نئے چاند (رویت ہلال) کے اثبات کے لیے حساب پر عمل کرنے کی رائے دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رویت ہلال کے بارے میں علما میں جو اختلاف ہوتا رہتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ان چیزوں میں بھی جن کو معلوم کرنے کا ذریعہ تجربہ ہے، تجربے پر اعتماد کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ اس میں خبر و روایت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ابن رشد نے یہ حدیث روایت کی ہے: "صوموا لرؤیتہ الھلال وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاقدروا لہ" (ہلال کو دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر عید کرو۔ اور اگر تم پر (رویت ہلال) مبہم ہو جائے تو اندازہ کر لو۔) اس کے بعد ابن رشد کہتے ہیں جمہور نے اس حدیث میں جو لفظ "فاقدروا" آیا ہے اس کی تاویل ایک دوسری روایت میں جو "فاکملوا العدۃ ثلاثین (پھر تیس روزے مکمل کر لو) آیا ہے، اس سے کی ہے۔ لیکن بعض کا کہنا ہے کہ "فاقدروا" کے معنی یہ ہیں کہ پھر حساب کر لو۔[۶۰]

اس مختصر سی بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ ابن رشد کا علمائے فقہ میں کتنا بلند مقام ہے۔ اور یہ کہ وہ صاحب نظر بھی ہیں اور صاحب استدلال بھی۔ یعنی نقد و انتقاد اور روایت دونوں میں وہ بہرہ وافر

---

۵۸ البدایہ ج ۱ ص ۵۹ ۵۹ ایضاً ص ۷۸ و ۲۱۶

۶۰ ایضاً ص ۲۲۶

رکھتے ہیں۔ نیز یہ کہ وہ شریعت میں وسعت اور آسانی (التیسیر و التسہیل) کی راہ پر گامزن ہیں، اور یہی تو آسانی دینے والی شریعت (الشریعۃ السمحۃ) کا اصول ہے کہ تنگی کی نفی کی جائے (نفی الحرج) اور شدت کو ترک کیا جائے (ترك التشديد)۔

ابن رشد کا فقہ میں اپنا کوئی خاص مکتب فکر نہ تھا، اور یہ یقیناً اس لیے تھا کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ فلسفے کی وجہ سے ان کی جو مخالفت ہوتی تھی، فقہ میں اپنا مکتب فکر قائم کرنے سے اس میں اور اضافہ ہو جائے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنے دادا یا دوسرے فقہائے کبار کی طرح فقہ مالکی کے دائرے کے اندر اجتہاد کر سکتے تھے۔ ان کا ایسا نہ کرنا ان کی قوت دینی، اتباع سلف سے ان کی مضبوط وابستگی اور ایک اچھا نمونہ قائم کرنے پر دلالت کرتا ہے۔

مجمع البحرین

(یعنی شیعہ و سنی کی متفق علیہ روایات)

مؤلفہ: محمد جعفر شاہ پھلواروی — تعارف و تبصرہ: علامہ جعفر حسین قبلہ

'مجمع البحرین' وحدت امت کی طرف ایک اہم قدم ہے، اور اہل اسلام کی ہزار سالہ تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی پیش کش ہے۔ اس میں اسلام کی اُن تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے جن پر سُنی اور شیعہ (اثنا عشری) دونوں متفق ہیں۔

قیمت: چھ روپے

تصورات عرب قبل اسلام

(مؤلفہ: عبید اللہ قدسی)

اس کتاب میں جزیرۂ عرب قبل اسلام کی تہذیب، ثقافت، عقائد، دینی شعائر اور ان کے نظریۂ حیات وموت کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ قیمت: چار روپے پچاس پیسے ۴/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: سیکرٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ۔ لاہور